افکار و آراء

محترمی ....

"الرحیم" کے تین شمارے ملے، میں نے آپ کے پرچے میں شائع ہونیوالے مضامین کو اتنی سنجیدگی اور احتیاط سے پڑھا ہے کہ بعض جگہ اعتراضات اور سوالات ذہن میں پیدا ہوتے۔ میں ایک مفصل مضمون آپ کے رسالے کے متعلق لکھنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے باز رہا کہ آپ کو غلط فہمی ہوگی اور آپ سمجھیں گے کہ میں نکتہ چینی کر رہا ہوں۔ میں دینی علوم کے باب میں جاہل ہوں۔ تصوف کا مطالعہ تو درکنار، میں تو نام بھی چار چھ کتابوں کا جانتا ہوں۔ البتہ یہ آرزو رکھتا ہوں کہ علمائے راسخین مسلمانوں کی ہدایت کے لئے کچھ کریں۔ اگر مجھے آپ کے رسالے کے متعلق کچھ کہنے کا حق پہنچتا ہے تو صرف اس حد تک کہ میں مغرب سے تھوڑا سا واقف ہوں، اور جو لوگ عموماً اسلام کے متعلق لکھتے ہیں انہیں "مغربی علوم" اور مغرب کے کارناموں کے بارے میں بڑی خوش فہمیاں ہیں۔ یہ حضرات راکٹ اور مصنوعی سیارے کا تماشہ تو دیکھتے ہیں، مگر جو لوگ راکٹ چھوڑتے ہیں انہیں نہیں جانتے۔ مثلاً آپ کے رسالے میں یہ تقاضا بار بار سامنے آتا ہے کہ اسلامی علوم کو "نئے علوم" کا جامہ پہنایا جائے۔ میرے نزدیک سب سے خطرناک بات یہی ہے ان حضرات کی نیت تو ضرور نیک ہے، لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس جامے کی تو اب دھجیاں بھی ہوا میں اڑ گئیں۔

میری تجویز یہ ہے کہ جہاں آپ اسلامی علوم کے بارے میں مضمون شائع کرتے ہیں، وہاں احتیاط کے ساتھ انتخاب کر کے چند مضامین (ترجمے ہی سہی) مغرب کے بارے میں بھی شائع کریں۔ اپنے پڑھنے والوں کو سائنس کے کرشمے دکھانے کے بجائے یہ بتایئے کہ یہ سائنس ہے کیا چیز، اور مغرب میں انسانی ذہن کس کس طرح گھل گھل کر ختم ہو رہا ہے۔ مثلاً دو مضمون اس وقت مجھے یاد آئے۔ ایک تو فرانسیسی شاعر کا

دوسرا مغرب میں انسانی زبان کے بتدریج خاتمے کے متعلق[1]۔

اس قسم کے مضمون اس لئے اور بھی ضروری ہیں کہ ہمارے یہاں جو لوگ دینی علوم جانتے ہیں وہ مغرب سے قرار واقعی آگاہی نہیں رکھتے۔

آپ کے مضمون نگار جن اصطلاحات کو ازکار رفتہ سمجھتے ہیں، وہی تو اس دنیا میں یقینی چیز بن رہ گئی ہیں۔

دوسری بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اگر آپ اسلامی علوم کو ایسی شکل میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو آجکل کے لوگوں کی سمجھ کے مطابق ہو تو اوّل تو یہ کام صرف مجتہد کا ہے۔ دوسرے یہ کام فرانس کے چند مسلمان صوفی اتنی اچھی طرح کر چکے ہیں کہ ہم بڑے اطمینان کے ساتھ ان کی نقل کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ان حضرات کے ناموں تک سے واقف نہیں، حالانکہ مستشرقین کو قابل استناد سمجھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کو کم سے کم ایسی کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کر لینی چاہئیں۔ دس بارہ کتابوں کا ترجمہ تو انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً Rene Gnenon اور Frithj of Schnon کی کتابیں ہیں۔

امید ہے کہ میری یہ معروضات آپ کو ناگوار نہیں گزریں گی۔ اگر خدا نے مدد کی تو آپ کے رسالے کے لئے کچھ لکھوں گا۔

محمد حسن عسکری
کشمیر روڈ، کراچی

مکرمی ۔۔۔۔۔۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا فکر اور ان کا مشن ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہے جس کی اشاعت اور حکیمانہ پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کا جو مقصد ادارہ کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے اس سے ہمارے علمی حلقوں میں سرور اور انبساط کا اظہار قدرتی امر ہے۔

اس سلسلے میں میں ایک دردناک حقیقت کی طرف دینی اداروں کے سرپرستوں کو "الرحیم" کی وساطت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ دینی اداروں کے سربراہ" خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لیں گے"۔ آج اس صدی کے گزشتہ نصف اوّل پر ایک اجمالی نگاہ ڈال لیں۔ تو ہمیں نظر آئے گا کہ

[1] غلطی سے نام رہ گئے ہیں۔